1830

جملہ حقوق محفوظ
سلسلہ مطبوعات عصمت نمبر ۳

منظر ابلیس

تصنیف

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

جسے

رازق الخیری ایڈیٹر عصمت و بنات نے

عصمت ایجنسی دہلی سے شائع کیا

تیسری مرتبہ

جولائی ۱۹۳۵ء

مصوّرِ غم حضرت علاّمہ راشد الخیری مدظلہ کے رسالے

جنہیں مسٹر رازق الخیری ایڈٹ کرتے ہیں

عصمت ... دہلی

ہندوستان بھر کے تمام زنانہ اخبارات و رسائل میں سب سے اچھّا اور سب سے زیادہ چھپنے والا مشہور و معروف باتصویر ماہوار رسالہ ۲۷ سال سے کامیابی کے ساتھ جاری ہے عصمت تمام اُردو رسالوں سے زیادہ تعداد میں اور ملک کی بہترین لکھنے والی خواتین کے اعلیٰ درجہ کے مضامین ۸۰ صفحوں پر ہر ماہ شائع کرتا ہے عصمت ہی وہ رسالہ ہے جو صوری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے شریف بیگمات کے لئے ہندوستان کا چوٹی کا رسالہ سمجھا جاتا ہے۔

سالانہ چندہ قسم اول پانچ روپے قسم دوم معمولی کاغذ تین روپے

بنات ... دہلی

مسلمان بچیوں کے لئے نہایت مفید اور دلچسپ رسالہ جس کی زبان اتنی آسان ہوتی ہے کہ دس گیارہ برس کی بچّیاں بھی سمجھ سکیں نہایت دلچسپ کہانیاں اور مفید مضامین ہر ماہ شائع کئے جاتے ہیں بچّیاں بڑے شوق سے بنات کا مطالعہ کرتی ہیں عصمت کے علاوہ صرف یہی پرچہ ہے جس میں حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ ہر ماہ بیش بہا مضامین تحریر فرماتے ہیں۔ بنات کا مقصد مسلمان بچیوں میں مذہبیت پیدا کرنا ہے۔ چندہ سالانہ ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر۔ اور بذریعہ وی پی ایک روپیہ چار آنے۔

مینجر عصمت و بنات کوچہ چیلان دہلی

منظر طرابلس

ایک دلآویز تاریخی افسانہ

جسے

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

نے

سنہ ۱۸ء میں تحریر فرمایا اور مارچ سنہ ۳۰ء میں بصورت
کتاب شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سر پہ بٹھاؤں پلکوں سے اٹھاؤں، سرمہ بناؤں، آنکھوں سے لگاؤں۔ بحیرۂ روم کی اِن لہروں کو جو اس وقت پیشِ نظر ہیں، اور سرزمین طرابلس کی اس خاک کو، جو آج آنکھ کے روبرو ہے۔

صبا، سلام پہنچا، شہدائے طرابلس کی اُن مقدس روحوں کو جن کی موت حیاتِ ابدی اور جن کی حیات، برکات اسلام کا مخزن تھی۔

اچنبا ہے اور حیرت، تعجب ہے، اور کمال کہ یہ قوم جو آج ہر سمت، در در بھیک مانگ رہی ہے کبھی اِس قابل بھی تھی کہ ہر قوم، اور ہر گروہ، ہر ملک، اور ہر سلطنت نے اس کے آگے ناکیں رگڑیں، تکلیف ہوتی ہے اور افسوس، رنج ہوتا ہے اور صدمہ، کہ خلق اور مروت، فلسفہ و حکمت، جرأت و شجاعت، خلوص و دیانت، سلطنت و حکومت، صداقت و روحانیت کو معراج کمال پر پہنچانے والے، اپنی گزشتہ عظمت، اور جوہر انسانیت سے اتنے بیگانہ، اور اِس قدر دور ہو جائیں کہ حقیقت فسانہ، اور واقعیت دھوکہ معلوم ہو،

خوشا نصیب! سرزمین طرابلس، تیری آنکھوں نے، اسلام کی وہ شان اور ایک مسلمان کی وہ آن دیکھی جو آج صدیاں گذر جانے کے بعد بھی دُنیا میں

بے مثل، تاریخ میں لاجواب، اور انسانیت میں بے نظیر ہے، حکومت بیسیوں رنگ بدلے، آسمان سینکڑوں کروٹیں لے، زمین ہزاروں چکر کاٹے۔ مگر ساتویں صدی عیسوی میں جو الفاظ زبیر ابن عوام کے تو نے سُنے، اور بحیرۂ روم تک پہنچائے جو آج تک تیرے سینے اور سمندر کی لہروں میں موجود ہیں، ان کا جواب ہوا ہے، نہ ہوگا، تو نے اس سے پہلے بھی، اور اس کے بعد بھی، سینکڑوں مناظر اور ہزاروں تماشے دیکھے، مگر تیرے سر پر چمکنے والا چاند، اور دمکنے والے تارے جھومنے والی ہوا، اور اور اٹھلانے والی صبا وہ سماں دوبارہ نہ دیکھ سکی، یاد رکھ، یا فراموش کر، مگر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، وہ منظر جب ارض بری کی مہ جبین حسینہ، جس کے قدم تو نے سرآنکھوں پر رکھے، جس کی ملاحت نے تیری گود میں خون کے دریا بہائے جس کی صورت نے تیرے مایۂ ناز سپوت پیوند زمین کئے تیرے سر پر کھڑی ہے، مسلمانوں کے فاتح سپہ سالار عبداللہ بن سعید کے سامنے اس کا مشہور جری زبیر ابن عوام جس نے سب سے بابل کی دیواروں کے نیچے اسلامی جھنڈا گاڑا، خاموش حاضر ہے۔

تو، تیرا آسمان، غیر مسلم، اور مسلمان، نامراد و بامراد، قیدی اور آزاد منتظر ہیں کہ وقت اس چاند کی تقدیر کا کیا فیصلہ کرتا ہے، جس کی چمک نے چار دانگ عالم کو جگمگا دیا دفعۃً سپہ سالار کی یہ تجویز کانوں میں پہنچتی ہے۔

"زبیر، شہزادی کا حقدار تم سے زیادہ کوئی نہیں"

سرزمین طرابلس تیرے بدن میں رعشہ اور تیرے آسمان کے جسم میں کپکپی تھی تیری دُنیا دنگ، تیرا رنگ زرد تھا، جب تو نے زبیر کا یہ جواب سُنا۔

"عطیہ کا شکریہ! مگر، عبداللہ! یہ نہ ہوگا، میرے جملہ کا مقصود یہ نہ تھا"

سرزمین طرابلس تو آج ہم پر ہنستی ہے ہنس، شوق سے ہنس، مگر للہ ہمارے کارناموں

کو فراموش نہ کر، ہم آج نالایق و ناہنجار، ذلیل و خوار سب کچھ سہی، مگر ہم وہی ہیں جن کا مثل مادر گیتی دوبارہ نہ جن سکی! یہ تھا وہ ہمارا ایمان جس نے ہم کو اس قابل کیا کہ دوستوں نے ہمکو فرشتہ جانا' اور دشمنوں نے ہمارا لوہا مانا۔

سلام ہے اس پاک روح پر، جو سمندر کے کنارے یہ منظر دکھا گئی اور تعجب ہے اُن مسلمان مؤرخین پر جو غیروں سے اپنے حالات پوچھیں اور اتنے بڑے کارنامہ کو خاک میں ملا دیں۔

حیرت، تعجب، رنج، افسوس، جو کچھ ہو، صحیح، بجا، جائز، درست، جب دوسروں کی تحقیقات، ہمارا ذریعہ معلومات ہو تو جو کچھ بھی ہو ٹھیک،

زبیر ابن عوام کی پاک روح! تو نفسانیت و روحانیت کا وہ منظر دکھا گئی جس کی مثال دوسری دنیا تو کیا خود دُنیائے اسلام میں بھی اب نظر نہ آئے گی معاف کر! ان مصنفین و مورخین کو جو ملکہ کو تیری محبوبہ لکھ گئے، جو سُنا وہ جانا جو پڑھا وہ سمجھے،

(۱)

وادی شعیب سے قریباً چار فرسنگ دور درّہ موسیٰ کے پاس جہاں ہوا بحیرۂ روم کے تمام جذبات فنا کر دیتی ہے اور سمندر کی کل کائنات صرف ایک چادر آب رہ جاتی ہے' آدھی رات کے سنسان وقت میں جب ہوا ان کلیوں کو جو شاخوں میں چند گھنٹوں کی مہمان اور علی الصباح پھول بن کر سرسبز پتّوں کی آغوش سے جدا ہونے والی تھیں تھپک تھپک کر لوریاں دے رہی تھی تو پانی کے سکون رات کی خاموشی اور جنگل کے سکوت کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد یہ صدا توڑ دیتی تھی "کہیں نہیں" رات اطمینان کے ساتھ اپنا کام پُورا کر رہی تھی، ہوا کا قدم خشکی کی طرف بڑھ رہا تھا تاروں کی ہنی ہوئی محفل بگڑنے کی طرف ڈھل چکی

تھی اور آسمان کا جما ہوا رنگ اکھڑنے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ہر حال میں فرق ہر منظر میں تغیر اور ہر کیفیت میں انقلاب موجود تھا۔ ——————

مگر قیام تھا استقلال تھا فرق نہ تھا تبدیلی نہ تھی، تو ان الفاظ میں، اس صدا میں اور اس سلسلہ میں، خاموش، طائر آشیانوں میں چہکے، سیاہی سپیدی سے بدلی، سمندر کی لہریں سرعت سے آگے بڑھیں اور پھر وہی الفاظ ہوا میں گونجے: —————— "کہیں نہیں"

آفتاب کی شعاعیں سمندر کے پانی اور ایک لڑکی کے چہرہ پر چمکیں، طلوع آفتاب نے لڑکی کی زبان بند کر دی، گو وہ وقت ترقی و تہذیب کا دور ابتدائی تھا اور موجودہ تزئین و آرایش لڑکی سے دور تھی مگر نسوانیت کی وہ شان جو فطرت کی ودیعت ہے اس کی صورت سے ٹپک رہی تھی۔ اس نے ان آنکھوں سے جو مجسم حسن تھیں اور رات بھر کے جاگنے سے اس وقت نشہ میں مست، چاروں طرف، ایک اشتیاق آمیز نظر جس میں اضطراب کی جھلک عیاں تھی۔ دوڑائی۔ نگاہ ناکام واپس ہوئی جس نے شوق کی آگ اور دل کی بےچینی کو اور بھی بھڑکا دیا۔ ان لہروں کی طرح جن کو ہوا سطح آب سے متصل رکھ کر خفیف سا خم دیتی ہے پیشانی پر ایک بل آیا۔ کچھ سوچا اور آگے چلی۔ سایۂ آفتاب پابوسی کو بڑھا، درخت حالت وجد میں سر پر جھومے اور پرندوں نے زمزمۂ استقبال شروع کیا

دور جدید نے کشش کو غایت حسن اور اثر کو نتیجہ حسن قرار دیکر جو اسباب اعانت تجویز کئے ہیں لڑکی کا چہرہ ان سے قطعاً محروم تھا اور اس کے پاس اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ قدرت کی صنعت کا بہترین نمونہ تھی، سر کے بال تصنع سے ہزاروں کوس دور تھے مگر دریا کی لہریں اور رات کی سیاہی ان میں موجود تھی پھولوں کا گندھا ہوا دستہ نہیں ڈسنے والے سانپ تھے جو سرخ و سپید رخساروں

کے اِرد گرد لہرا رہے تھے، صبا کو ٹھکراتی سبزہ کو کچلتی چلی جا رہی تھی، پھول توڑ کر جھولی میں بھرے، اور وہاں پہنچی جہاں پہاڑ کی چوٹی پر ایک عمارت کے آثار کسی خانقاہ کا پتہ دے رہے تھے، اندر گئی، مجسّمہ کے قدموں میں پھول ڈالے جُھکی بوسہ دیا، دُعا مانگی، باہر نکلی، دو ہی قدم چلی ہوگی کہ سامنے سے ایک بڈھا مجاور نکلا جس کی پلکیں تک سفید تھیں قریب آیا اور کہا۔

"تجھ سے کہہ دیا تیری کوئی دُعا ہماری اجازت کے بغیر قبول نہیں ہوسکتی"

لڑکی:۔ "تو آپ مجھکو مدد دیجئے اور میری مشکل کو حل کیجئے"۔

راہب:۔ "کئی دفعہ کہہ دیا کہ اپنی عقلمندی کو چھوڑ اور ہمارے حکم کی تعمیل کر یہ سب لوگ تیرے سامنے آ اور جا رہے ہیں اور سب سے پہلے ہمارے قدم چومتے ہیں مگر تو اوپر ہی اوپر اپنا کام نکالنا چاہتی ہے۔ تجھ سے اُس روز کہا تھا کہ آج آفتاب برج حمل میں جو موسم بہار کا پہلا برج ہے داخل ہوگا تو آدھی رات کو آجائیو مگر تو نہ آئی تو ہمکو چڑاتی ہے!"

لڑکی:۔ "بڈھے بابا دِن کے وقت حاضر ہوسکتی ہوں"۔

راہب:۔ "کیوں کیا ہم ہوّا ہیں یا تجھکو چمٹ جائیں گے۔ اب نہ جا۔ رات کو یہیں ٹھہر تیرا کام ہو جائے گا"۔

لڑکی:۔ "نہیں بڈھے بابا یہ نہیں ہوسکتا"۔

(۲)

لی "دُنیا، مجھ سے بدظن ہونے کا، قوم، مجھ سے ناخوش ہونے کا، برادری مجھکو مطعون کرنے کا کوئی حق، کوئی اختیار، کوئی قدرت نہیں رکھتی، میں اپنی زندگی سے، میری زندگی اِس صورت سے، میری صورت اِس ہیئت سے تنگ، عاجز، پریشان، جدھر جاتی ہوں، جہاں نکلتی ہوں، جس طرف گزرتی

ہوں، لڑکے، جوان، بڈھے گھورتے ہیں، تاکتے ہیں، بھانپتے ہیں، صورت کیا ہوئی، وبال، حسن کیا ہوا آفت، اور جوانی کیا ہوئی مصیبت، چھوڑ دوں یہ بستی، توڑ دوں یہ گھر، غارت کر دوں یہ شہر، بھاگ جاؤں، چلی جاؤں، نکل جاؤں عجب مزہ، انوکھا لطف، نرالی بات ہے، دنیائے حیات کے دو جزو، شیرازہ زندگی کی دو صورتیں، عالم وجود کے ٹکڑے، مرد اور عورت، نر اور مادہ، وہ اور ہیں، اتنے مختلف، ایسے متضاد، اس قدر غیر، کہ ایک کی رغبت، ایک کو نفرت، ایک کی محبت ایک کو وحشت، ایک کی الفت، ایک کو عداوت، تعجب، اچنبا، حیرت، کیا ہے، کیوں ہے، کس لئے ہے، ضرورت ہے، ہماری نہیں قدرت کی، تقاضا ہے، دنیا کا نہیں فطرت کا، مطالبہ ہے، انسانیت کا نہیں، خلقت کا ——— مگر .... اس کا مقصد، اس کا مطلب، اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہر شخص، ہر متنفس، ہر بدرجہ بیگناہ، بے خطا اور بے قصور۔ اعمال کا ذمہ، افعال کا بار، اقوال کا بوجھ، فطرت پر، خلقت پر، قدرت پر، لوگوں کی خواہش جائز، میرا شکوہ غلط، دنیا کے فعل درست۔ اور میری شکایت جھوٹی، مردوں کا سلوک صحیح اور میرا احساس نادرست۔ قیامت ہے، غضب ہے، اندھیر ہے"!

شاباش، اس قدرت کو، دھن بھاگ اس خلقت کے اور سلام اس فطرت کو۔

مگر نہیں، یہ ظلم کرم ہے، یہ ستم رحم ہے، یہ قہر مہر ہے، ایک دوسری حالت میں، ایک دوسری صورت میں، ایک دوسری کیفیت میں، محبت کا وقوع، وقوع کا قیام، قیام کی ترقی، متعلق ہے، منحصر ہے، موقوف ہے اس کشش پر، اس رغبت پر، اس میلان پر، جو وجہ شکایت، سبب اذیت،

اور باعث تکلیف ہوا۔

زندگی کی مختصر راتیں، راتوں کی چھوٹی چھوٹی گھڑیاں، گھڑیوں کے برائے نام لمحے اسی لئے، اسی واسطے اور صرف اسی واسطے مسرت میں ڈوبے، لطف میں بھرے اور انبساط سے پر تھے، وہ راتیں، وہ گھڑیاں، وہ لمحے، جن کو ترس رہی ہوں، ——— اسی نے ہزلی کی صحبت کو نعمت، اس کی صورت کو راحت، اور اس کے خیال کو جنت بنا دیا۔

ہے، یہی ہے، جو کچھ ہے، بہت کچھ، سب کچھ، یہ قدرت کے انعام ہیں، فطرت کے اکرام ہیں، زندگی کے انجام ہیں ——— الزام غلط، اتہام لغو، اور شکایت فضول، ضرورت ہے صداقت کی، خلوص کی، ایمان کی، جو مصیبت کو راحت، محبت کو نعمت اور آفت کو عشرت کر دے۔

میری تلاش ختم، میری کوشش پوری، میری تحقیقات مکمل، آسمان کے تاروں میں، بادل کے ٹکڑوں میں، بجلی کی چمک میں میں نے دیکھا ——— کوئل کے اضطراب میں، پپیہے کے کرب میں، فاختہ کی کوکو میں میں نے ڈھونڈھا ——— مگر

"کہیں نہیں"

کل مچھلیوں کا دن ہے، شہر بھر کی لڑکیاں سمندر پر جمع ہوں گی، ان کے جال نئے، ان کی ڈوریاں ثابت، ان کے کھپرے ٹھیک، ایک سے ایک اعلیٰ، ایک سے ایک افضل، ایک سے ایک اول، جس کی مچھلیاں زیادہ، جس کی مچھلیاں بڑی، جس کی مچھلیاں خوبصورت

وہی کامیاب، وہی مرغوب۔

میری تقدیر ایسی کہاں کہ مجھکو ایک گھڑی بھی میسر آسکے کہ میں اپنی داستان قحطان کو سنادوں، وہ ہمارا سردار ہے، میرے زخم پر مرہم رکھے گا، میرے درد کا علاج کرے گا۔ اور مجھکو اس ہرلی سے ملا دے گا، جو سنگدل ہے۔ مجھ سے کہا تھا، وعدہ کیا تھا، اقرار کیا تھا کہ اس جنگل میں، اس سمندر کے کنارے، اس درخت کے نیچے، چاند ہمارے سر پر نکلے گا، مگر نہ آیا، دیکھا، ڈھونڈھا، تلاش کیا، لیکن کیوں آتا، اور کیوں ملتا، درخواست میری تھی، وعدہ اس کا، التجا میری اور منظوری اس کی، شاید بھول گیا خیال نہ رہا، سال بھر سے زیادہ ہوگیا، اپنی حالت دکھا اور اپنی کیفیت سنا رہی ہوں مگر۔۔۔۔۔۔۔

(۳)

دن بھر کا تھکا ہارا بڈھا ولی غروب آفتاب کے وقت اپنی جھونپڑی میں داخل ہوا سر پر ایندھن کا گٹھا تھا۔ بغل میں اناج کی پوٹلی۔ کمر جھک گئی تھی۔ بدن پر جھریاں تھیں، ہانپتا ہوا آیا۔ کانپتا ہوا گھسا گٹھا پھینکا پوٹلی ڈالی اور ہوں ہوں کرتا ایک چٹائی پر گر پڑا، ایک بڑھیا عورت آگے بڑھی، ایندھن سمیٹا چیز بست اٹھائی اور کہنے لگی "تھوڑی سی چھال نہ لیتے آئے کہ علیقیہ کا جال بھی ٹھیک ہوجاتا۔

بڈھا۔ چھال کی کیا کمی مگر وہ کمبخت تو ہرلی کے آگے سب کو ہیچ سمجھ رہی ہے۔

بڑھیا۔ اگر قحطان کے قبضہ میں چلی جائے اور اگر وہ پسند بھی کرلے تو ہرلی رکھا ہی رہ جائے گا۔

بڈھا۔ تو کیسی بیوقوفی کی باتیں کرتی ہے خرداد صابی کچھ کم عزت کا آدمی

تھا اور سب کچھ دینے پر آمادہ مگر یہ بیوقوف ہزلی کا کلمہ پڑھتے چلی گئی۔

عورت۔ ایک خرداری کیا بیسیوں ہی آرہے ہیں مگر اِس کمبخت کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔

بڈھا۔ مگر اب تو وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی بارہ برس سے زیادہ کی لڑکی بغیر قحطان کی اجازت کے شادی کی مجاز نہیں۔ اس کے پاس بھی جسقدر عورتیں ہیں کوئی خوش نہیں خاصی پچاس ساٹھ لڑکیاں موجود ہیں ایک لڑکی تو ہر سال یوں ہی جارہی ہے اور اتنی مدّت سے یہ مچھلیوں کا میلہ ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں۔ اگر وہاں بھی پہنچ گئی تو مٹی پلید ہی ہو گی۔

بڑھیا۔ مگر ہزلی کے پاس کیا کم عورتیں ہیں اور سب حیران و پریشان۔

بڈھا۔ علقیبہ ہے کہاں؟

بڑھیا۔ جہاں ہمیشہ ہوتی ہے میں تو آتے آتے دیکھتی ہوں نہ جانے بدبخت کو کھانے کا فکر ہے نہ پینے کا۔

بڈھا۔ پھر آخر کیا انتظام کیا جائے دُعا مانگتے مانگتے میرا منہ گھس گیا کہ کسی طرح اس کا دِل ہزلی سے پھر جائے مگر میں تو الٹا ہی اثر دیکھ رہا ہوں۔ روز بروز اِس کی بےچینی اور اُس کی لاپروائی بڑھتی چلی جارہی ہے۔

(۴)

"کچھ اس لئے نہیں کہ تو سردار قحطان کی بہن ہے اور نہ اس لئے کہ میری تمام عورتوں میں صرف تو ہی ایک لڑکے کی ماں ہے بلکہ صرف اس لئے کہ تو سب سے زیادہ حسین ہے میں تجھ پر اِس قدر فریفتہ ہوں مگر میں دیکھتا ہوں کہ تو میرے حکم کی تعمیل میں لاپروائی کرتی ہے اور میری عنایت کا مطلق لحاظ نہیں کرتی"

سبا۔ تیری محبّت میرے ہی واسطے مخصوص نہیں ہر اس عورت کو جو تیرے پاس ہے تیری محبّت کا اتنا ہی یقین ہے جتنا تو مجھکو دلا رہا ہے میں نہیں سمجھ سکتی کہ کیوں صرف میں اتنی بڑی جان جوکھوں کا کام انجام دوں۔

ہزلی۔ اس لئے کہ تو آسانی سے انجام دے سکتی ہے کیونکہ تو اُس کی بہن ہے اور اگر تجھکو انکار ہے تو نتیجہ کی ذمّہ دار ہوگی۔

سبا۔ میرے انکار کی یہ وجہ نہیں کہ قحطان میرا بھائی ہے بلکہ مجھے تجھ سے یہ اُمّید نہیں کہ تو میرا گُن مانے۔

ہزلی۔ تیرا خیال غلط ہے میں احسان فراموش نہیں ہوں میں قحطان کو قتل ضرور کروں گا تو کر دیتی تو معاملہ زیادہ نہ بڑھتا مگر یہ یاد رکھ کہ اگر مجھکو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا پڑا تو یہ تلوار تیری گردن اڑائے بغیر نیام نہ ہوگی۔ کیا تو اس وقت کی قدر نہیں کرتی جب یہاں کا سردار میں ہوں گا تو اس تمام بستی کی مالک۔

سبا۔ جس وقت کا تو یقین دلا رہا ہے مجھے اُمید نہیں کہ اُس وقت تو سچّا ثابت ہوگا۔

ہزلی۔ میں قسم کھاتا ہوں اور تو یقین کر تیرا بچّہ بیخبر پڑا سو رہا ہے اُٹھ یہ خنجر لے اور کھڑی ہو جا۔

زلف شب اٹھلا اٹھلا کر لہرا رہی تھی اور بزم شب کا مہمان قمر چہاردہم اپنی مہماں نوازی کا بڑا حصّہ طے کر چکا تھا کہ سبا خنجر ابدار ہاتھ میں لئے بھائی کے کمرہ میں داخل ہوئی ہر طرف سنّاٹا اور سمت خاموشی تھی قحطان غفلت کی نیند سو رہا تھا چاروں طرف نگاہ دوڑائی میدان صاف اور مقصد پیش نظر تھا۔ ٹھٹکی اور سوچا کہ ہزلی دغا تو نہ دے گا مگر خود ہی فیصلہ کیا

کہ فریبی نکلا تو جو خنجر قحطان کا کام تمام کرنا ہے اُس کو ہیزلی کے قتل میں کیا دیر لگے گی، چھپٹی بنجر کے خنجر مارا۔ اندھیرا تھا، خوف تھا، عورت تھی، ناتجربہ کار تھی، یہ چار چیزیں تھیں جنھوں نے وار کمزور کر دیا ہاتھ اوچھا پڑا، قحطان گھبرا کر اٹھا، سباسٹ پٹا کر بھاگی، آگے آگے وہ تھی اور پیچھے پیچھے وہ۔ اوچھا تھا یا ادھورا بہر حال تھا زخم، قحطان اس قدر نڈھال ہوگیا کہ قاتل کو پکڑ نہ سکا۔ رات چاندنی تھی ہیزلی نظر آیا مگر شبہ یقین کے درجہ کو نہ پہنچا تھا کہ دونو آنکھ سے غائب تھے ؛

(۵)

متواتر پندرہ روز کی موسلا دھار بارش کے بعد دو یا ڈیڑھ ساعت سے آسمان خاموش ہے مگر ابر سیاہ کے غلیظ ٹکڑے گود میں کھیل رہے ہیں۔ مختلف قبیلوں کے لوگ مرد عورت کنار سمندر پر مچھلیوں کا میلہ منا رہے ہیں گل اندام لڑکیاں اپنے اپنے جال لئے البیلی پھر رہی ہیں صبح کا سہانا وقت ہے ہوا پانی کے بوسے لے لیکر حسین چہروں پر نثار ہو رہی ہے قحطان کے پہنچتے ہی پہلے سب نے جھک کر مجرا کیا اور اس کے بعد لڑکیوں نے جال ڈالنے شروع کئے، جال تعداد میں بائیس تھے پہلی مرتبہ صرف دو جالوں میں معمولی دو اور دوسری مرتبہ چار میں دو دو اور تین تین۔ تیسری مرتبہ جو آخری کوشش تھی جب جال ڈالے گئے اس وقت نہ صرف ڈالنے والیوں بلکہ اُن کے متعلقین کے دل بھی ہوا ہو رہے تھے اور ہر فریق دریا کے کرم کا منتظر تھا، جال باہر آئے اور صرف ایک جال میں ان مچھلیوں کا ڈھیر تھا جنھوں نے کامیابی کا سہرا اس علقبیہ کے سر باندھ دیا جس کا پریشان چہرہ بنی ٹھنی صورتوں کو شرما رہا تھا ماں باپ خوشی کے مارے اچھل پڑے۔ چاروں طرف

سے مبارک سلامت کی صدائیں آنے لگیں قحطان علقبیہ کے قریب آیا پھول اس کی مانگ میں لگایا اور اس کے باپ سے کہا "تین مہینے کے اندر جو میعاد مقرر ہے علقبیہ کو میرے محل میں داخل کر دو"۔

اس وقت علقبیہ کی خاموشی ایک معمہ تھی ہر شخص اس کی صورت کو تعجب اور حالت کو حیرت سے دیکھ رہا تھا چہرہ پر شگفتگی نہ تھی، ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ تھی آنکھوں میں مسرت نہ تھی زبان پر لفظ نہ تھا، باپ کی خوشی اور ماں کا اچھلنا دیکھا اور منہ پھیر لیا ہمجولیوں کی چھیڑ ہمچشموں کی مبارکباد سُنی اور ٹال دی حاضرین حیران، تماشائی پریشان، قحطان ششدر، اور دیکھنے والے متحیر کہ معاملہ ہے کیا، دور دور کی لڑکیاں سینکڑوں کوس سے اس موقع پر آئیں اور ناکام رہیں اور کامیابی ہوئی تو اس کو جس کو قحطان کی پروا نہ کامیابی کا خیال، لوگوں کی نگاہ اس پر تھی اور اس کی نگاہ خاموش خلقت کی ٹکٹکی اس پر تھی اور اس کی پانی کی لہروں پر، لوگ خوشی میں شرابور، شراب میں غرقاب اور وہ اپنے خیال میں مستغرق اور دُھن میں مست۔

یہ یاد دوست کی انتہائی کیفیت تھی جس کے وجود میں تو البتہ تہذیب جدید نے کمی کے اسباب پیدا کر دیئے مگر جس کے اثر میں تغیر کا سامان فراہم نہ ہو سکا ایک عجیب حالت اس وقت علقبیہ پر طاری تھی بڈھا باپ عصا ٹیکتا ہوا، بڑھیا ماں قدم اٹھاتی ہوئی، ضعیف راہب دانت پیستا ہوا، قریب پہنچے، سمجھایا ڈانٹا التجا کی مگر فہمایش بے سود شفقت بے اثر اور غصہ بیکار تھا، دن چڑھا اور ڈھلا، آفتاب بڑھا اور گھٹا، دھوپ تیز ہوئی اور ماند مگر نہ سرکا جگہ سے تو خیال نہ سرکی، اور نہ ہٹی یاد دوست سے تو علقبیہ۔

لوگوں کے سامنے وہ تھی مگر اس کے سامنے پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ نگاہیں

اگر ہلتی تھیں تو کچھ ڈھونڈھتی ہوئی اور خیال کبھی بھٹکتا تھا تو کچھ تلاش کرتا ہوا مایوسی کے متواتر حملوں نے اب توقعات کا منہ دکھایا اور یہ تقاضا فطرت تھا کہ نامرادی کے خوفناک جنگل طے کرنے کے بعد اُمید کا لہلہاتا ہوا پودا نظر آیا اور دل نے صدا دی کہ قحطان کی وجاہت مجھے منزل مقصود تک پہنچا دے گی۔ بچھڑا ہوا ہزلی جس کا نام دن رات جپ رہی ہوں ہوفا دوست جس کی صورت نظر نہیں آتی اس کی بدولت ہاتھ آجائے گا۔ اُمید نے یقین کی صورت اختیار کی اور آناً فاناً یقین کامل ہوگیا اور ایسا معلوم ہوا کہ قحطان نے ہزلی کو سامنے لا کھڑا کر دیا۔ بینا بانہ اُٹھی اور قحطان سے کہا۔

"تین مہینے بہت ہیں میں تو اب ہی ساتھ چلوں گی۔"

قحطان۔ یہ مقررہ دستور ہیں ان میں فرق نہیں آسکتا۔

(۶)

"رات کی اس تاریکی اور ہوا کی اس سائیں سائیں میں اس سر کو ان قدموں میں دیکھنے والا درخت کے پتوں کے سوا کوئی نہیں، التجا کرتی ہوں سن گڑگڑاتی ہوں، قبول کر، مانگتی ہوں، دے، ملتجی رحم کی، خواستگار کرم کی، دوست ہے ظلم نہ ڈھا...... حبیب ہے ستم نہ کر...... شیدا ہوں اس مکھڑے کی...... بیتاب ہوں اس صورت کی، ایک آگ ہے اس دل میں، ایک شعلہ ہے اس جسم میں ایک تپش ہے ان آنکھوں میں، رُلا مت، ہنسا دے، جلا مت، جلا دے۔" ہزلی "تیری یاد میں، گھنٹوں تیرے فراق میں، دنوں تیرے خیال میں، راتوں جنگل بیابانوں میں۔ لق ودق میدانوں میں، دریا کے کنارے پر، پہاڑ کی چوٹی پر، تڑپا ہوں، رویا ہوں، چیخا ہوں، پیٹا ہوں، میری حالت کا شاہد، میری مصیبت کا گواہ، میری زاری سے

واقف، میری بیقراری سے آشنا آسمان کے تارے ہوا کے جھونکے، سمندر کی لہریں، پہاڑ کے ریزے، ناکام محبت، مایوس اُلفت، محروم ابدی، بدنصیب ازلی، ان آنکھوں کا مارا، اس صورت کا زخمی، اس چہرے کا گھائل اس مکھڑے کا مجروح، یہ دل، یہ جسم، یہ جان، یہ روح تیری اور صرف تیری، اس سر پر قربان، ان آنکھوں پر نثار، اس چہرے پر فدا——

کیا کروں کیا نہ کروں۔ سُن چکا جو ہوگئی، اور واقف ہوں جو آپڑی، موقعہ ہے کہ مردین اور ضرورت ہے کہ ہمّت کر، کر جو کہوں، اور چل جس طرح بتاؤں۔

قحطان بے ایمان کی ہستی نہیں، کہ میرے سامنے میری زندگی تک تیری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ لے، میری عمر بھر کی آرزو، میرے مدّتوں کے ارمان، قحطان کے ہاتھوں اس بیدردی سے پامال ہوں، میں زندہ رہوں اور علقیبیہ غیر کے ....

نہیں نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں،

علقیبیہ۔ اگر یہ گفتگو سچّی، یہ خیال درست اور محبّت صحیح ہے، اگر یہ اضطراب واقعہ، یہ تکلیف حقیقت، اور یہ بیتابی ٹھیک ہے۔ اگر ان باتوں میں خلوص اس اظہار میں صداقت، اور اس اقرار میں راستی موجود ہے تو شکایت مصیبت، اذیت، راحت، فرحت اور تعجب ہے۔

صبح شام سے اور روشنی اندھیرے سے پیدا ہوتی ہے، کامیابی کا راز ناکامی کی آغوش میں اسی طرح پنہاں ہے، جس طرح خوشبو کی لپٹ پھول کی پنکھڑی اور دھوپ کی چمک آفتاب کے وجود میں —— قحطان انسان ہے، جن نہیں، اور میں عورت ہوں جانور نہیں، مانا کہ وہ دولت میں، حکومت

ہیں ہم سے اعلیٰ اور افضل ہو مگر ہمت میں اور جرأت میں ہم اس سے کم نہیں، میری گردن اس کے سامنے خم نہ ہوگی سردار ہے ہوا کرے، حاکم ہے ہوتا رہے وہ اگر سردار ہے تو اس لئے نہیں، مالدار ہے تو کیا اس واسطے کہ شکار کی آڑ میں فقرے اڑائے، آگ لگا دوں، جھلس دوں، مسل دوں، اس کی حکومت اس کی طاقت اس کی دولت۔

"ہرلی مجھکو تیرے سوا کچھ نہیں چاہیئے۔

آخری فقرہ جس میں درد تھا، خلوص تھا، سچائی تھی بنگینا ہی تھی ختم نہ ہوا تھا کہ ہرلی نے ہاتھ بڑھایا اور یہ وہ ارمان تھا جس کے واسطے علقیبیہ مدتوں سے تڑپ رہی تھی ان نگاہوں سے جن میں بدنصیب عورت کو محبت کے سوا کچھ نہ دکھائی دیا، اس نے علقیبیہ کو دیکھا، گلے لگایا اور کہا۔

علقیبیہ "میں بھی صرف تیرا ہی ہوں"۔

ہرلی کی سنگدلی، اس کی بے اعتنائی و بیوفائی، سرد مہری و کج ادائی کا یقین اس درجہ کو پہنچ چکا تھا کہ آنکھیں سب کچھ دیکھ رہی تھیں مگر اب بھی علقیبیہ واقعہ کو وہم اور حقیقت کو خواب سمجھ رہی تھی۔ متواتر ناکامی اور پے در پے مایوسی کا نتیجہ یہ تھا کہ چلتی تھی اور رکتی تھی، بڑھتی تھی، اور ٹھٹکتی تھی، دیکھتی تھی اور رکھتی تھی کہ حقیقت، خواب، اور نمایش سراب نہ ہو، اس چکور کی طرح جو چاند پر اس بلبل کی طرح جو پھول پر نثار اور قربان ہو، ہرلی علقیبیہ پر فدا ہو رہا تھا، جھکا اس کے پاؤں کو بوسہ دیا، اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور کہا "چلو معبد میں چلیں ان جھگڑوں کا خاتمہ اس مصیبت کا فیصلہ اب ہی کر لیں"۔

علقیبیہ کی زبان بالکل خاموش تھی اس تجویز نے اس کو ساکت اور

اس کے جسم کو سُن کر دیا آسمان پر چاند زمین پر ہوا دونوں کے بیچ میں درختوں کے پتّے اس کے چہرے سے ان جذبات کا پتہ لگا سکتے تھے جو اس وقت تکمیل خواہش کے ہم آغوش تھے دماغ زندگی کے ہر شعبہ کو فراموش کر چکا تھا اور کامیابی کی مرصّع تصویر اب ہر سمت جلوہ گر تھی، اُچھل پڑی آگے بڑھی ہاتھ ہنرلی کے گردن میں ڈال دئے اور کہا۔

"چلو، فوراً چلو"

(۷)

"ان ڈھکوسلوں سے میرے غصّہ کی آگ کو، اور ان بہانوں سے میرے زخم کی سوزش کو تیز نہ کر، تو مصاحب بنکر میرا دشمن اور عزیز ہو کر میرا قاتل نکلا، میں نے تجھکو تیرے خاندان کو تیرے عزیزوں کو وہ عروج دیا کہ تیرا بچّہ بچّہ میرے احسان سے دبا ہوا ہے، جوتنے بونے کو اراضی، کھانے پینے کو مویشی، رہنے سہنے کو زمین، تیرے ساتھ جو جو کچھ کیا کیا اسی دن کو کہ تم لوگ میرے قتل پر کمربستہ میری موت پر تیار اور میرے خون پر آمادہ ہو۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں اس زخم سے جانبر ہو گیا۔ ورنہ تم لوگوں نے اپنی طرف سے میرے مارنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ میں تسلیم کر لیتا ہوں کہ میرا شبہ غلط ہے اور تم نہ تھے مگر اس سے تم انکار نہیں کر سکتے کہ عورت کے پاؤں کا نشان صاف تمہارے گروہ کا ہے۔ ہنرلی کمبخت نمک حرام اگر تجھکو اس کے دینے میں تامل ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تو بھی اس سازش میں شریک تھا یا درکھ سخت آفت بپا کر دونگا اور تم سب تباہ و برباد ہو جاؤ گے ایک عورت کے بدلے بیسیوں عورتیں خون میں تڑپیں گی۔

ہنرلی۔ مجھے اس سے پہلے انکار نہ تھا نہ اب ہے کہ پاؤں کا نشان میرے

ہی خاندان کا ہے مگر مجھکو اس وقت تک اس کا پتہ نہ چل سکا۔ کچھ کچھ سُراغ البتہ چلا ہے سردار چند روز کی مہلت اور دیجیے اور خاطر جمع رکھئے آپ کا قاتل زندہ نہ رہے گا۔

قحطان۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ کیوں اس نے قتل کی جرأت کی۔ میرے ہاتھ سے اس کو کیا تکلیف پہنچی میں تو سب کے ساتھ مہربانی سے پیش آرہا ہوں۔

ہنرلی۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا ممکن ہے کہ مچھلیوں کے میلے میں کسی لڑکی کی کامیابی اس کے عزیزوں کو ناگوار ہوئی ہو۔

قحطان۔ مگر میرے پاس کسی لڑکی کا پہنچ جانا انتہائے خوش نصیبی ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر شہنشاہ جرجیس کی لڑکی بھی جس کے حسن کا یہ کچھ شہرہ ہے میرے پاس آجائے تو بیحد خوش نصیب ہے۔ اس قتل کی وجہ کچھ اور ہے یہ نہیں۔

ہنرلی۔ جہاں تک میں نے سُنا ہے یہ مدت کی شرط جو سردار نے لگائی ہے کہ کوئی لڑکی خلاں وقت تک شادی نہ کرسکے لوگوں کو بہت ناگوار ہے۔ کیونکہ اس نے بہت سی لڑکیوں کو آوارہ کردیا۔

قحطان۔ تو کیسی لغو باتیں اور بیہودہ گفتگو کر رہا ہے، سُن رہا ہوں جو کہہ رہا ہے اور سمجھ رہا ہوں جو سُنا رہا ہے فساد کی تو تیری باتوں سے اور منافرت کا خون تیرے کلام سے آرہی ہے اور ٹپک رہا ہے یہ جس قدر عورتیں میرے پاس موجود ہیں کیا ان میں سے ایک بھی آوارہ ہو چکی ہے بات کر سمجھ بوجھ کر جواب دے سوچ کر۔

ہنرلی۔ سردار میں بیقصور ہوں جو سُنا وہ کہہ دیا۔ ہاں یہ عرض ضرور

کردوں گا اگر یہ مدت کی شرط موقوف نہ ہوئی تو سخت جوش پھیلے گا۔

قحطان۔ اگر تیرے اصرار میں خلوص ہے تو مجھے تسلیم میں انکار نہیں یہ شرط اُڑا دے مگر جس قدر جلد ممکن ہو۔ میرا قاتل پیش کر۔ ہر گز تین مہینے کی مدت کسی طرح ختم نہ ہوئی علقبیہ شہر بھر کی جان ہے اور اس کے انتظار میں ایک ایک دن مجھکو ایک ایک سال ہے۔

(۸)

"محبت کا سودا اس کے دماغ میں، عشق کا بھوت اس کے سر پر، الفت کا جوش اس کے دل میں اور فریفتگی کے پردے اس کی آنکھوں پر، اس کا فعل بربادی کا پیش خیمہ، اس کا قول تباہی کی تمہید، اس کا خیال پوری مصیبت کا آغاز، اس کی رائے مکمل آفت کی ابتدا، اس کی ہستی ساری بستی ہیں، اس کی شادی پوری آبادی میں قیامت بپا اور تہلکہ مچا دے گی، آسمان ہماری حالت پر، زمین ہماری صورت پر اس لئے کہ بیوفا ہے، اس واسطے کہ ہماری ماہے ہنسے گا اور روئے گی یہ سرزمین انسانی خون سے لال ہوگی اور ہمارا بچہ بچہ خاک میں لوٹے گا، یہ آواز مصائب کا راز، یہ رات آفات کی پوٹ، یہ گھڑی مصیبت کی کڑی، فساد پڑے گا وہ جھگڑا پڑے گا، ایسا قتل ہوگا اتنا کہ جیرو ہانوس کے معرکے فراموش سبح و خرخاب کے واقعات اور جانب و ملنسانہ کے تنازعات فسانہ ہو جائیں گے، سوچ سمجھ اور وہ چنگاری نہ ڈال کہ دنیا خاک سیاہ ہو جائے"

معبد حران میں آدھی رات کے وقت جب ہر سمت خاموشی تھی ایک بڑھیا عورت کی یہ گفتگو ختم ہوتے ہی راہب نے جواب دیا۔

"ہم اپنے پاک مذہب کے مقابلہ میں کسی طاقت کی پروا نہیں کرتے

جب ہنرلی اور علقیبیہ دونوں رضامند ہیں تو مجھکو نکاح پڑھانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ میں یہ نہ کروں گا کہ ناجائز افعال کی وجہ سے جائز کاموں کو روکدوں قحطان کی سرداری مسلّم اس کی طاقت صحیح اس کا اقبال درست مگر مجھکو ہمیشہ یہاں رہنا نہیں ایک روز جانا اور اپنے مالک کو منہ دکھانا ہے، تیری رائے جھوٹی تیرا قیاس لغو اور تیرا خیال غلط ہے خاموش ہو اور دیکھ کیا ہوتا ہے۔

عورت۔ راہب بابا، مجھ بڑھیا کی زاری پر، اپاہج باپ کی بیماری پر رحم کیجیے، اس بیوقوف کی بیقراری کا اور اس ظالم کی عیاری کا خیال نہ کیجیے، ہم غریب کاشتکار ہیں اور ایک اور ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں، ہم قحطان کے مقابلہ کی طاقت اور اُس کی حکم عدولی کی ہمت نہیں تمام شہر کی لڑکیاں چپ چپاتے کان دبائے اُس کی خدمت میں آرہی ہیں اور خوش ہیں کس کی مجال ہے کہ اس کے سامنے دم مار سکے، میں اس ظالم دغاباز مکار ہنرلی سے جس کی محبت میں کوئی چال، جس کے نکاح میں کوئی فریب اور جس کی اس تجویز میں قطعاً یقیناً لاریب کوئی چلکہ چھپا ہوا ہے قحطان کو ہزار درجہ افضل اور لاکھ درجہ اعلیٰ سمجھتی ہوں، بڈھے بابا رحم کر ورنہ میں سیدھی قحطان کے پاس جاتی ہوں نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اور تمہارے ساتھ ہی یہ خانقاہ بھی مسمار ہو جائے گی۔

راہب۔ گنہگار نہ ہو بدکردار نہ بن، زبان تھام گستاخی روک، اس سے پہلے کہ تو یا قحطان ایسا خیال کریں مقدس راہب تم دونوں کو اُجاڑ دے گا۔ ہمارے احکام کا کوئی ورق، ورق مقدس کی کوئی سطر، پاک سطر کا کوئی لفظ، یہ اجازت نہیں دیتا کہ بغیر نکاح کے کوئی عورت کسی مرد کی

بیوی بنجائے، ہرلی اور علقیہ۔ دونوں کا ارادہ نیک ان کی سعی صحیح اُن کا خیال جائز تو گمراہ ہے کہ اپنے ساتھ اس پھول کو بھی گناہ کی زنجیر میں جکڑتی ہے۔

عورت - جو کچھ بھی ہو اگر تم اپنی ہٹ سے اپنی ضد سے اپنی بیوقوفی اور نادانی سے اِس پر اڑے ہو تو میں جاتی ہوں اور قحطان کو اطلاع دیتی ہوں۔

بڑھیا چلی مگر دو چار قدم چلی ہوگی کہ ہرلی جو خاموش کھڑا تھا سامنے آیا۔ راہب کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا۔

"ایسی حالت میں کیا یہ کمبخت بڑھیا قتل کی سزاوار نہیں"

راہب - نہیں یقیناً ہے، اس کو تمام باتیں سمجھا دی گئیں مگر وہ اب تک گناہ پر مصر ہے اس لئے اس کا قتل جائز ہے،

ہرلی لپکا بڑھیا میں رکھا کیا تھا پاؤ سیر کی ہڈیاں جو قوت سے جس قدر محروم تھیں جوش سے اِس قدر لبریز، چند لمحہ میں بد نصیب کی گردن خوش نصیب کے عورت کی مرد کے، اور بڑھیا کی جوان کے ہاتھ میں تھی، رگڑتا ہوا گھسیٹا، اور گھسیٹتا ہوا لاکر، راہب کے قدموں میں پھینکا اور کہا بول کیا کہتی ہے، بتا کیا مقصد ہے، اگر قحطان کے پاس جاتی ہے تو پہلے اِس خنجر کو دیکھ لے جو تجھکو تو نہیں مگر ناپاک روح کو اس مردود تک پہنچا دے گا۔"

عورت - موت اِس آفت سے جو پیش نظر ہے زیادہ وزنی نہیں، میں وہ وقت دیکھنا نہیں چاہتی کہ قحطان کے خونخوار پنجہ میں ساری بستی گرفتار ہوکر بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہو جائے تو شوق سے قتل کر، بیوقوف مکار قتل کی دھمکی اِس خیال سے باز نہیں رکھ سکتی۔

ہنرلی خنجر کو چمکاتا آگے بڑھا تو علقبیہ ایک کونہ سے روتی ہوئی باہر نکلی اور ماں کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے۔ اس کے قلب پر اس وقت دو متضاد کیفیتوں کا گزر تھا، جب ماں کی محبت بچپن کی خدمت ممتا کا جوش اور پرورش کی تکلیفیں سامنے آتی تھیں تو دل کہتا تھا میری ہستی قابلِ ملامت ہے کہ ماں کو اس مصیبت میں پھنسوا دیا ساتھ ہی یہ محبت صدا دیتی تھی کہ دنیا، دنیا کا ہر تعلق، زندگی کا ہر جزو ہنرلی پر قربان کچھ سوچا اور کہنے لگی،

"اے ماں! جس طرح دکھ سہکر اور مصیبت اٹھا کر، ایک بیکار ہستی کو کام کا اور ایک گوشت کے لوتھڑے کو، انسان بنا دیا، اسی طرح آج اپنی محبت اور عنایت سے میری درخواست قبول اور میری التجا منظور کر، روٹھے ہوئے منا، ٹوٹے ہوئے جوڑ اور بچھڑے ہوئے ملا، عمروں کی آرزو، مدتوں کی خواہش دلوں کے ارمان، برسوں کی حسرت اس بیدردی سے پامال نہ کر،

ماں ہٹ بدنصیب، سامنے سے ہٹ جا، اس دن کو اس گھڑی کو اس وقت کو، تجھے پال پوس کر، کھلا پلا کر جوان نہ کیا تھا کہ تو اس مکار فریبی کے مکر اور اس گھاگ کے راگ میں آکر اپنے ساتھ دوسروں کو برباد کرے۔

ہنرلی۔ موت تیرے سر پر کھیل رہی ہے اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تیرا قتل میری مہ جبین کو رنج پہنچائے گا تو کبھی کا تیرے دو کر چکا ہوتا،

عورت۔ زمین کا پیوند ہو تیری مہ جبیں اور ٹوٹ پڑے آسمان تجھ بے ایمان پر، یہ بچہ ہے، بیوقوف ہے، ناتجربہ کار ہے، بھولی ہے، میں تیری رگ رگ سے واقف، اور تیری تمام دغاؤں سے آشنا ہوں، یہ وہی مہ جبیں ہے جو راتوں اور دنوں تیرے فراق میں دیوانوں کی طرح تڑپی اور سودائیوں کی مانند پھری، تو نے رتی رتی سنا اور تل تل دیکھا مگر تس سے مس نہ ہوا۔

اب یہ عشق جھوٹا اور محبت فریب۔"

دھان پان بڑھیا ہڈیوں کی مالا تھی گوشت صرف نام کو اور سانس فقط چلنے کو تھا مگر آنکھیں غصہ سے سرخ اور بدن جوش سے کانپ رہا تھا' اٹھی چلی اور اعضاء سے جوان پھولوں کی طرح جو مرجھا کر صرف صحبت شب کا پتہ دے رہے ہوں کچھ مدد لینی چاہی مگر ٹھوکر کھائی اور گری لیکن یہ ناکامی جوش کو ٹھنڈا اور طیش کو کم نہ کرسکی سنبھلی، اٹھی چلی بڑھی ضعیفی بعض حالت میں ممکن ہے انسان کو بٹھا دے مگر بڑھیا اس رات میں سوا اس کے کہ اعضاء قوۃ ظاہری سے محروم تھے جذبۂ انتقام میں ہرنی اور راہب سے کم نہ تھی قوۃ طیش رہ رہ کر اس کی آگ تیز کر رہی تھی اس نے زور سے ہرنی کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور کہا۔

"تو میرا کیا کرسکتا ہے، میں تیری بوٹیاں چبا جاؤں گی غارت ہو جا اور مجھے اپنی بچی کو ساتھ لیجانے دے، ورنہ میں جاتی ہوں اور اس ڈاکہ کی خبر قحطان کو دیتی ہوں۔ ابھی تو اور تیرا بڈھا راہب دونو مزہ چکھ لیں گے۔"

بھڑکا ہرنی بھی' اور راہب بھی، جوان کم اور بڈھا زیادہ، ناگوار ہوا دونوں کو ہرنی کو تھوڑا اور راہب کو بہت' ایک کے ہاتھ میں خنجر ایک نہتا نہتا مارنے والا تو ارادہ ہی کرتا رہا اور نہتے نے بڑھیا کا ٹیٹوا اس زور سے دبوچا کہ آنکھیں باہر نکل پڑیں۔ اگر علقفیسہ بنتیا بانہ راہب کے ہاتھوں میں نہ جھپٹ جاتے تو راہب یقینی اس کا کام تمام ہی کر کے چھوڑے' بڑھیا چھوٹی تو وہی تھی کہنے لگی۔

"جاتی ہوں میں تم مکاروں کی آرزو پوری نہ ہونے دوں گی"

اب علقفیسہ بھی ماں کے قدموں میں گری اور کہا۔

"اے ما رحم کر"

بڑھیا۔ رحم ! ہٹ دور ہو اور مجھکو قحطان تک جانے دے میں ہرگز

نہیں رک سکی" علقیبہ کا سر ماں کے قدموں میں تھا کہ راہب کے اشارے سے ہزلی کا خنجر بڑھیا کے سینہ میں پار ہوا۔ اس وقت البتہ ماں نے بیٹی کا سر جس کو ٹھکرا رہی تھی گر کر کلیجہ سے لگا لیا اور صرف اتنا کہہ سکی،

"ہزلی دغا باز"

یہ کہہ کر بیٹی کے ہاتھوں میں بیٹی کے محبوب کے ہاتھوں ختم ہو گئی،

وہی پہاڑ کی چوٹی ہے اور وہی معبد حراں کچھ دیر پہلے یہاں چار زندہ روحیں موجود تھیں مگر اس وقت صرف دو ہیں اور دو تو ضرورت سے زیادہ اور معمول سے بڑھ کر زندہ علقیبہ اور راہب، علقیبہ کی زندگی اس لئے غیر معمولی ہے کہ ابھی ابھی اس کی آنکھوں نے ماں کی موت دیکھی جس سینہ سے پل پلا کر کسی قابل ہوئی اس کے خون کے فوارے چھٹتے دیکھے مگر چند ہی لمحہ کے عرصہ میں ماں اور اس کی موت دونوں کو فراموش کر بیٹھی اور راہب اس لئے کہ گو زمانہ نے جوانی کی بہار اجاڑ کر بڑھاپے کی خزاں میں لپیٹ دیا مگر اس سن میں بھی جوانی کے دن یاد آ رہے ہیں اور مرادوں کی راتیں وہ باتیں کہوا رہی ہیں جن میں حرص و ہوس کے سوا کچھ نہیں ہاتھ علقیبہ کی گردن میں ہے جو کبھی سر پر جاتا ہے کبھی کمر پر مشتاق نظریں صورت دیکھتی ہیں اور بےچین ہوتی ہیں کچھ دیر یہ کیفیت طاری رہی اور پھر کہنے لگا۔

"یہ تیری خوش نصیبی ہے کہ مجھ جیسا شخص جس کے ہاتھ میں تم سب کی مغفرت ہے تجھ سے محبت کرتا ہے میں نے دنیا میں بھی تیری مراد پوری کر دی اور مرنے کے بعد بھی تجھکو جنت میں پہنچا دوں گا۔ بنی کی مقدس روح اس وقت مجھ میں حلول کئے ہوئے ہے، مانگ کیا مانگتی ہے۔

علقیسہ کو اس کے یقین میں تامل نہ تھا نہ اُس کو یہ خیال تھا کہ راہب کا عشق ہزلی کو ناگوار ہوگا۔ نہ یہ اندیشہ کہ فحطان اس محبت کو نفرت سے دیکھے گا بلکہ فطری طور پر ایک ایسی اذیت محسوس ہو رہی تھی جس کو ہر حرکت اچھی طرح ظاہر کر رہی تھی وہ دیکھتی تھی کہ ایک ایسا ہاتھ اس کی گردن میں ہے جس میں جھریاں پڑی ہوئی کھال لٹکی ہوئی جس کے سفید رونگٹے موتی کی طرح چمک رہے ہیں ایک ایسا چہرہ اس کے قریب ہے جس کا دوسرا ہاتھ آغوش لحد میں اور بہ ظاہر جس کا واسطہ شباب کے پُرفضا آثار سے کبھی نہیں ہوا ایک ایسا لباس اس کے پیش نظر ہے جس پر مردنی برس رہی ہے، اس کی آنکھیں نفرت سے بند تھیں اس کا منہ کراہیت سے پھرا ہوا تھا اور وہ اس اذیت سے اسقدر متاثر تھی کہ اگر موت بھی رہائی کا وعدہ کرتی تو اس کو منظور کرنے تامل نہ ہوتا۔

"چل میرے ساتھ چل میں آج تک کے تیرے سب گناہ معاف کروادوں اور پہلے تجھکو ایسا بنا دوں گویا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہے میں تجھکو خوشخبری سناتا ہوں کہ تو ایک ولی کی ماں ہوگی"۔

علقیسہ کی زبان سے اس کے جواب میں صرف "بڈھے بابا" ہی نکلا تھا کہ راہب نے تیوری پر بل ڈال کر کہا میں وہ نہیں ہوں جو تو سمجھ رہی ہے میں خدا کا فرشتہ ہوں اور اس کا حکم پورا کروں گا۔

یہ درست کہ عشق کا جن علقیسہ کے سر پر سوار تھا اور اس کو ہزلی کے سوا کچھ نہ دکھائی دے رہا تھا مگر راہب کی بات کو بھی غلط سمجھنے کی کوئی وجہ نہ تھی، عورت تھی اور عورت بھی سیدھی سچی اور بدنصیب۔ گردن نیچی کرلی اس خموشی نے راہب کی دبی ہوئی آگ کو جس میں ٹھنڈے بھوبل کے سوا کچھ نہ تھا کریدا اور وہ بیتابانہ لپٹ گیا۔

فطرت اور عقیدت کی جنگ تھی دل متوجہ نہ ہوتا تھا طبیعت راغب نہ ہوتی تھی، بات ہوتی نہ تھی آنکھ کھلتی نہ تھی، ایک تصویر تھی ساکت، ایک پتھر تھا بے حس، ایک عورت تھی خاموش، عقیدت ہر ہر پہلو پر عدم تعمیل کے خوفناک نتائج پیش کر رہی تھی، مگر طبیعت کسی طرح مائل نہ ہوتی تھی۔ بالآخر فطرت عقیدت پر غالب آئی، لفرت نے ترقی کی آہستہ آہستہ ہاتھ گردن سے الگ کیے اور کہنے لگی۔

"میں کسی اور وقت مقدس راہب کی پرستش کو حاضر ہوں گی"

"کیا کہتی ہے او کمبخت ناہنجار! اسی وقت حاضر ہو، ورنہ ناس کر دونگا۔ ہرلی لاش دفن کر کے اب تھوڑی دیر میں آجائے گا"

اتنا کہہ کر راہب نے علقیبہ کا ہاتھ پکڑا اور گھسیٹتا ہوا لے چلا۔ ابھی دالان کے اندر داخل نہ ہوا تھا کہ ہرلی کی کھنکار سنائی دی۔

(۹)

آفتاب کی پہلی نظر شب سیاہ کو چیرتی ہوئی ان دو روحوں پر گر کے آگے بڑھی جو سمندر کے کنارے مرد اور عورت کی ہیئت میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، ہوا ایک ہی جنس کے اس زبردست اختلافات پر جو اس نے رات کے اندھیرے میں ستاروں کے اجالے میں دیکھا، زور شور سے قہقہے لگا رہی تھی، درختوں کے پتے مرد کی عیاری اور عورت کی سادگی پر غور کرتے ہوئے زندگی کو وداع کہہ رہے تھے، کلیاں اس منظر سے باخبر ہونے کو چٹک چٹک کر پھول بن رہی تھیں، مرد اور عورت دونوں کی نظریں ایک دوسرے کے چہروں پر تھیں، عورت کی نگاہ محبت میں غرق اور مرد کی مکر میں سرابور، عیاّر نے فریب کے ہاتھ آگے

بڑھا کر مخلص ہاتھ ہاتھ میں لیا۔ اور کہا۔

"مہ جبین علقتیبہ جب میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیرا بال بیکا نہ ہوگا۔ تو پھر تجھ کو انکار کیوں ہے۔؟"

علقتیبہ۔ ہزلی! ایک جان کیا اگر ہزار جانیں ہوں تو تجھ پر نثار کرنے کو موجود ہوں، قحطان کی بہن اور تیری پیاری سبا کو آرام پہنچے، مجھے یہ معلوم ہے کہ اس نے بھائی کے قتل کی کوشش کی اور در حقیقت مجرم وہی ہے، اور اگر راز کھل گیا، تو ایک اس کے ساتھ تیرا تمام خاندان آفت میں پھنس جائے گا۔

ہزلی۔ تو نے غلط سنا علقتیبہ ایک شریف اور بہادر مرد سے تو یہ اندیشہ نہ کر کہ وہ تجھ کو دغا دے کر مصیبت میں ڈالے گا میں خود سپاہی سے کہلوا دیتا۔ مگر وہ اس کی حقیقی بہن ہے اگر تجھکو انکار ہے تو تیری خوشی میں قتل کر دیا جاؤنگا۔

علقتیبہ۔ میں جب بھی یہ ہی کہتی تھی، اور اب بھی یہ ہی کہتی ہوں، کہ تجھ پر قربان ہونے کو سر آنکھوں سے موجود ہوں۔ مگر یہ نہ ہوگا۔ کہ خود دکھ اٹھا کر سبا کو سکھ دوں،

ہزلی۔ قربانی اور موت کس کی، تجھکو بچانے والا میں خود موجود ہوں، رہی سبا اس کا اس معاملہ سے تعلق ہی نہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا، تجھے تامل کیوں ہے اچھا تو لے میں خود ہی مرجاتا ہوں۔

خنجر کو گردش ہوئی آفتاب کی کرنیں خنجر کے اور علقتیبہ ہزلی کے قدموں میں تھی، اٹھی خنجر پکڑ لیا، اور کہا "نہیں میں تعمیل حکم کو تیار ہوں اس موت کے بعد میں زندہ رہ کر کیا کروں گی، مجھے صرف یہ ہی کھٹکا ہے کہ میری مری ہوئی ماں کا خیال تیج نہ نکلے اور اس محبت کی تہ میں عداوت

پوشیدہ نہ ہو۔

ہزلی۔ تو میری جان سے زیادہ عزیز ہے، ایسی باتیں نہ کر تکلیف ہوتی ہے

(۱۰)

"مجھے آج بہت کم فرصت ہے، اس وقت تک کمرہ اچھی طرح آراستہ نہ ہو سکا، غروب آفتاب کے ساتھ علقفیہ یہاں داخل ہو جائے گی جب عورت نے جرم کا خود اقرار کر لیا اور راہب نے کانوں سے سن لیا، کہ وہ میرے قتل کے قصد سے آئی اور وار کیا تو اب انتظار کس بات کا ہے فوراً آگ میں جلا دو"

ہزلی۔ یہ مقدس راہب موجود ہیں جن کے سامنے اس نے اقرار کیا اور تمام کیفیت بیان کر دی۔ کم بخت نمکحرام نے اپنے ساتھ میرے خاندان کو بدنام کیا۔

راہب۔ ہاں اس نے ہمارے سامنے اقرار کیا اور ساری حالت سنائی،

قحطان۔ بس تو فوراً جلا دیجئے۔ ہزلی اگر آج تو اس ظالم کو پیش نہ کرتا، تو میں تجھ کو آگ میں ڈلوا دیتا،

راہب۔ سردار! ہزلی اس معاملہ میں بے گناہ ہے، اس کو تو آج ہی پورا حال معلوم ہے۔

قحطان۔ میں موقعہ پر نہیں آسکتا، بمشکل تمام دن میسر ہوا ہے علقفیہ اب آنے والی ہو گی، میری بجائے ہزلی حکم دیدینگے، بس تم لوگ جاؤ، اور اس نمکحرام کو آگ میں ڈالدو،

رات کا ابتدائی حصہ ہے صحرا کے ذرہ ذرہ میں اس وقت دن سے زیادہ چہل پہل ہے آگ کے خطرناک شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں، ہوا قدم رکھتی ہوئی کانپتی، اور تارے رحم کرتے ہوئے لرزتے ہیں، جیسیوں من لکڑیاں

کوئلہ بن کر اس توقع پر راکھ ہو گئیں کہ علقبیہ کو گلے لگا کر فنا ہوں، طائر آشیانے چھوڑ اڑ گئے، چاند اپنا منہ موڑ غایب ہو گیا، تارے اپنی زنجیر توڑ روپوش ہو گئے، جہاں اندھیر گھپ کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا، وہاں آگ ہی آگ نظر آ رہی ہے، ہنرلی اور راہب دونوں ہشاش بشاش اِدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں اور علقبیہ سرنگوں خاموش ہاتھ پاؤں جکڑے ایک کونہ میں بیٹھی ہے، دفعۃً بڈھا باپ آیا اور کہا۔

"مکر ہر جگہ، فریب ہر موقعہ پر، دھوکا ہر معاملہ میں بجائے خود کچھ قابل ملامت فعل نہیں، مگر محبت کی نہ، عشق کا انجام، الفت کا نتیجہ اگر یہ ہو، تو مکر، وہ ظلم، دھوکا وہ ستم اور فریب وہ سنگدلی ہے، جس کو ذات خداوندی کی طرح کبھی فنا نہیں، دنیا حق رکھتی ہے کہ ہر فعل کو جس کی آنکھوں نے دیکھا، ہر قول کو جو اس کے کانوں نے سنا، فراموش کر دے، مگر محبت سے لپٹا ہوا دھوکا، پیار سے چمٹا ہوا فریب اور الفت سے لتھڑا ہوا مکر، اتنا سنگین، اتنا وزنی، اتنا طاقتور ہے، کہ دنیا کا دماغ اس سے ہر وقت روشن رہیگا، سلطنتیں بدل جائیں، زمانہ پلٹ جائے، آفتاب بےسود اور چاند بےکار ہو جائے، مگر نظام عالم کا بچہ بچہ، ہوا، چاند، تارے، دھوپ، چھاؤں، ان واقعات کو رٹیں گے۔ اور رٹتے رہیں گے، ہنرلی میں جانتا ہوں تو جوان ہے، زندگی کا زعم باطل تیرے دماغ میں اور دولت کے اندھے پردے تیری آنکھوں پر ہیں، مگر سوچ غور کر، اپنی حرکت کو، اپنے فعل کو، وہ جس کو محبوب سمجھا، وہ جس کو حبیب کہا، اسی کا مستحق ہے

میری بھولی بچی، میری سیدھی علقبیہ تیری اس محبت کا جو مکر میں آلودہ تھی تیرے اس عشق کا جو فریب سے ہم آغوش تھا شکار ہوتی ہے تو اس کو محبوبہ نہ سمجھ تیری عاشق تھی اور ہے اس حیثیت میں بھی یہ اتنی گنہگار نہیں کہ بیگناہ جلا دی جائے،

بڈھے بابا تم ہمارے سردار ہو ہماری زندگی اور موت ہماری جنت اور دوزخ ہمارا عذاب اور ثواب سب تمہاری ذات پر منحصر ہے تم ایک بیگناہ لڑکی ایک معصوم

عورت کو محض اس لئے کہ وہ تمہاری ناپاک خواہش کو پورا نہ کرسکی جان سے مارتے ہو میں جانتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ گولہ کی آواز عنقریب میری آنکھوں کی ٹھنڈک کو میرے کلیجہ کے ٹکڑے کو میری پیاری علقبیہ کو آگ میں جھونکدے گی میں گڑگڑا کر رو کر منت سے سماجت سے تم دونوں کے رحم کا خواہشمند گار اور کرم کا طلبگار ہوں اس کی موت میری زندگی ختم اور جینا وبال کردے گی یہ ہرزلی کی محبوب ہو یا عاشق مگر میری محبوب اور میری معشوق ضرور ہے پہلا صدمہ جو میں نے اپنی عمر میں دیکھا اور تمنے بڑھاپے میں دکھایا وہ تمہارا وہ ظلم تھا جو میری بیوی اور اس کی ماں کی موت بنکر بجلی کی طرح میرے دل پر گرا بڈھے بابا تم ہمارے آقا ہمارے پیر ہمارے رہبر میرے دل کی حالت کا اندازہ کرو میں نے اس جسم کی جو آگ کی تیز لپٹوں کے پاس ہے جس میں ہنکڑیاں اور بیڑیاں ہیں پھول کی طرح سیوا کی ہے یہ علقبیہ جو اس وقت تمہاری مجرم اور میری جان ہے میری آنکھوں میں رہی اور گودوں میں کھیلی ہے میں نے ان قدموں کے نیچے آنکھیں بچھائیں اس ہستی کو خون جگر سے سینچا اور اس زندگی کو جس کو تم مردہ کرنے کی کوشش میں خود مردہ ہو کر پیدا کیا۔ بابا اس دن کو نہیں کہ تم دونوں کی بے ایمانی میرے پھول کو مسلنے کو اس اجاڑنے اس کو قتل کرنے اس کو جلانے سے کچھ نہ ملیگا۔ دیکھو مجھکو نظر اٹھاؤ میری طرف نتیجہ نکالو میری حالت سے دنیا اب میری آنکھوں میں اندھیرا اور اس کے بعد دوزخ ہوگی مخاطان کی خوابگاہ بند ہوچکی پہرہ والے اجازت نہیں دیتے کہ میں اس تک پہنچوں میری فریاد کو پہنچنے والا میری مصیبت کو سننے والا میری حالت پر رحم کرنیوالا تم دونوں کے سوا کوئی نہیں بڈھے بابا تم اس درد سے نا آشنا اس تکلیف سے بیخبر اور اس مصیبت سے ناواقف ہو مگر ہرزلی تو بچوں والا ہے اولاد تیرے آگے بھی ہے مجھے خنجر دے کہ میں اپنا سینہ چیر کر اپنا دل تجھے دکھاؤں"

بدنصیب باپ اس کے بعد نہ معلوم کیا کہتا کہ سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑی ہوئی حسینہ اٹھی باپ کو پاس بلایا چاہا کہ ہاتھ گلے میں ڈالے مگر بندھے تھے

ارادہ کیا لپٹ جاؤں مگر قدم نہ اُٹھ سکا محبت بھری نظریں جن کو اس وقت تک استقلال نے ڈگمگانے نہ دیا آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں خاموش رہی چاہا کہ آنسو پوچھے مگر ہاتھ کام نہ دے سکے آنکھیں بند کرلیں کہ پلکیں آنسوؤں کو اپنی حدود سے باہر نکالکر باپ کی صورت صاف طور پر دکھادیں آگے بڑھی دقت سے ایک قدم اٹھایا اور باپ سے کہا۔

"میری موت تمھارے واسطے مصیبت ہو مگر میرے لئے راحت ہے اور یقینی ہے میں جس صورت کی شیدائی تھی اُس پر قربان ہوتی ہوں انسانی زندگی کا نصب العین یہ ہی ہے اور ہونا چاہئیے یہ آگ جب تک میں باہر ہوں شعلے ہیں لیکن جب میں اندر ہونگی گلزار ہوگی میں آج وہ کرتی ہوں جو ابراہیم کرگیا وہ کرونگی جو خلیل نے کیا جس طرح آج سے پہلے ہرلی کی عاشق تھی آج بھی ہوں یہ دغاباز نہیں میرا حسن فریبی نہیں میرا اور پیارا اور مکار نہیں میرا محبوب ہے وقت آئیگا اور ضرور آئیگا کہ ہرلی اس محبت کی اس قربانی کی اس نذر کی قدر کریگا۔ وہی میری کامیابی اور وہی میرا مقصود ہوگا۔ دنیا اسی کا نام ہے یہ واقعات ہوتے ہیں یہ معاملات رہتے ہیں میں نہوں گی مگر میری خاک سے وہ سدا بہار پھول کھلیں گے جن کو خزاں مرجھا نہ سکے گی میں جس جگہ ظاہری آنکھوں سے چھپونگی وہاں حیات ابدی کا سبزہ لہلائیگا جہاں چشم بینا خلوص کی وہ تصویر دیکھے گی جس پر ملک فخر کریگا..."

گولے کی آواز آئی ہرلی اور راہب اُٹھے اشارہ کیا اور دو شخصوں نے بیگناہ لڑکی کو گود میں اٹھالیا' باپ آگے بڑھا' بچی کے منہ کو بوسہ دینا چاہا مگر راہب نے جھڑک دیا اور چشم زدن میں علقیبہ جلکر خاک سیاہ ہوگئی۔

مختلف قسم کے پھولوں اور طرح طرح کی خوشبوؤں سے قحطان کی خوابگاہ اس طرح مہک رہی ہے کہ ہوا نے شب عروس کا اعلان کوسوں دور اور میلوں پرے تک کردیا۔ شراب کے نشہ میں مست قحطان علقیبہ کے آنے کا منتظر ہے'

سونے چاندی کے گلاس جواہرات کی صراحیاں دھڑا دھڑ کی روشنی میں جگمگ جگمگ کر رہی ہیں بیتابانہ اٹھا حریری فرش پر لیٹا اور حکم دیا۔

"ہاں میں بھول گیا پیاری علقبیہ کی آنکھیں دکھ رہی ہیں روشنی بجھا دو، خوشبو کی لپٹیں تاریک کمرہ سے نکلکر ہوائے گلشن کو دو آتشہ کر رہی تھیں دفعتہً" علقبیہ اندر داخل ہوئی اس کا داخلہ خوشبو کا پہاڑ تھا جس نے آسمان اور زمین کو معطر کر دیا قحطان نشہ میں مست اٹھا اور محبوبہ کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور سینہ سے لگا لیا ایسی بھولی صورت اتنا پتھر دل، میں نے آج تک کسی لڑکی کے انتظار میں یہ تکلیف نہیں اٹھائی جو تیرے۔۔۔۔ ظالم تین مہینے تین سال سے زیادہ ہوگئے تھے

او جفا کار مار ڈالا روشنی روشنی

"لے روشنی میں دیکھ میں کون ہوں تیرے خون کی پیاسی تیری جان کی قاتل تیری حقیقی بہن سبا"

قحطان کے پیٹ سے خون کا فوارہ جاری تھا اور وہ مچھلی کی طرح فرش پر تڑپ رہا تھا اور سبا خنجر ہاتھ میں لئے چاروں طرف ٹہل رہی تھی، قحطان بہن سے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر نہ کہہ سکا اشارے سے اپنے پاس بلایا اور کہا پانی کے چند قطرے حلق میں ڈال دے اس درخواست کے جواب میں سبا نے بھائی کا سر ٹھکرا دیا زبان پیاس کے مارے باہر نکل پڑی، آنکھیں بہن کی صورت پر تھیں کہ قحطان نے دم توڑ دیا

(۱۱)

"میں وہ ہرنی نہیں ہوں جو آج سے چند روز پیشتر تھا اسوقت تیرے ظالم بھائی اور مکار قحطان کا خادم سمجھا جاتا تھا مگر اس وقت اس بستی کا مالک اور اس زمین کا حاکم ہوں گیگوری (جرجیس) کی لڑکی لیسیو جس کے حسن کا شہرہ تمام دنیا میں ہے اور درحقیقت اس وقت اپنا جواب نہیں رکھتی اور جس کے عشق کا تیر آج آٹھ سال سے

میرے کلیجے کے پار ہے اور جس کی وجہ سے میں نے یہ سب کارروائی کی مجھ سے شادی کرنے پر رضامند ہے مگر اس شرط پر کہ میں تجھے قتل کر دوں، اس کا مہر تیری جان ہے اور میں تجھکو اس کا سزاوار بھی سمجھتا ہوں،

صبا۔ کیا تو اس ظلم کے بعد بھی دنیا میں خوش رہنے کا حق رکھتا ہے کیا یہ وقت ہمیشہ تیرے ساتھ رہیگا اور اس ستم کے بعد بھی جو احسان فراموشی اور بیوفائی کا کھلا ہوا ثبوت ہے تیرا خیال ہے کہ تو اس زندگی سے لطف اٹھا سکتا ہے میں نے تیری وجہ سے وہ کیا جو کوئی نہیں کر سکتا اور وہ کر ڈالا جو کوئی نہ کریگا۔ میں نے اپنی جان خطرہ میں ڈالکر اپنی چھاتی پر پتھر رکھکر بھائی کو قتل کیا اور اس کا راج تجھکو دلوا دیا اس لئے کہ تو خود مختار ہو کر سب سے پہلے مجھ ہی پر ہاتھ صاف کرے۔

ہزلی۔ میں تیری اس لغو گفتگو کو شام سے سن رہا ہوں اب کب تک سنے جاؤں تجھکو اگر معلوم ہو جائے کہ میرے دل کی کیفیت اس وقت کیا ہے اور لیسبو کے فراق نے میری حالت کیا بنادی تو مجھے یقین ہے کہ تو خوشی خوشی اپنی جان دینے کو تیار ہو جائیگی

صبا۔ اگر تیری رائے اور قصد مستحکم و مصمم یہی ہے کہ میری زندگی ختم ہو تو اجازت دے کہ جدھر میرا منہ اٹھے میں چلی جاؤں پہاڑوں میں رہوں غاروں میں چھپوں چوٹیوں میں لیٹوں چٹانوں پر سوؤں اور پھر کبھی تجھکو اپنی صورت نہ دکھاؤں،

ہزلی۔ یہ پہلے ممکن تھا مگر اب ناممکن ہے۔ لیسبو کی شرط صرف تیرا سر ہے جب تک تیرا سر وہ آنکھ سے نہ دیکھ لے شادی نہیں کر سکتی،

صبا۔ ہزلی! رحم کر، اس خنجر کو چھپا یہ آنکھیں جو اس وقت غصہ سے خون ہیں کبھی محبت سے بھی میری طرف اٹھی ہیں میری روح فنا ہو رہی ہے مجھپر کس قصور میں کس جرم میں یہ ستم ٹوٹتا ہے، چھپا ہزلی اس خنجر کو اور مجھکو اجازت دے کہ میں چلی جاؤں اگر اس کے بعد تو میری صورت دیکھے تو قتل کر دیجیو۔

ہنرلی بس چپ ہو جا، دُنیا ایک کھیتی ہے۔ جو بیج ڈالو اس کے پھل ملتے ہیں تو اس خنجر سے نہ ڈر یہ وہی ہے جس نے تیرے ہاتھ میں رہ کر قحطان کا کام تمام کیا اور اب میرے ہاتھ سے تجھ کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے تو جس نے حقیقی بھائی اور محسن سے دغا کی کسی سے وفا نہیں کر سکتی"

"رحم، رحم، ہنرلی رحم، چھوڑ دے ہنرلی چھوڑ دے"۔

شمع روشن تھی اور پردہ دانے اپنے عشق کو بھُو کر دنیا کی اس نیرنگی کا تماشہ دیکھ رہے تھے کہ ہنرلی نے سبا کی گردن پکڑی اور خنجر اس کے کلیجے میں بھونک دیا۔

وہی کمرہ، وہی خوابگاہ، وہی وقت تھا اور وہی خنجر، فرق صرف اتنا تھا کہ اس وقت عورت قاتل تھی، اس وقت مرد،

سبا کچھ دیر تڑپی ہاتھ پاؤں مارے ہنرلی نے اس کی موت کا انتظار نہ کیا اور سر کاٹ کر لیسیو کی خدمت میں بھیج دیا۔

(۱۳)

صدیقی اور فاروقی خلافت اسلامیہ کے دونوں دور ایشیا اور یورپ میں اسلام کا جھنڈا اڑا کر ختم ہو چکے اور مسلمانوں نے اپنے قول فعل عمل یقین سے ثابت کر دیا کہ خاک عرب سے اٹھنے والا پیمبر صادق تھا آج اس نام کا ڈنکہ چار دانگ عالم کے دل پر بیٹھ چکا ہے اور جہاں مکرو ریا دن رات کی دل لگی اور شراب، جوا، جزو زندگی تھا وہاں کلمۂ حق کی صدا ہر سمت سے آرہی ہے، مصر، مصر کا چپہ چپہ اور کونہ کونہ تلقین اسلام کے روبرو سر تسلیم خم کر چکا، انطاکیہ اور عراق کے سینے زیور اسلام سے مزین ہو چکے سواع اور ودّ کے آگے جھکنے والی گردنیں رسالت کے سدا بہار پھولوں سے آراستہ اور توحید کے لازوال جواہرات سے جگمگا رہی ہیں چھٹی صدی عیسوی شباب پر اور خلافت اسلامیہ کی باگ خلیفۂ ثالث

ذوالنورین کے ہاتھ میں ہے نماز فجر کے بعد جب مسجد نبوی نعرۂ حق سے گونج چکی تو عثمان غنی نے کلمہ گویوں سے یہ خطاب کیا:۔

"تم نے اپنے خون جگر سے گلشن اسلام کو اس طرح سینچا کہ آج اس کے پھول ایک دنیا کو معطر کر رہے ہیں۔ خدا کی اعانت تمہارے ساتھ تھی تم نے براتِ عرب کے دولہا کی لاج رکھی اور دکھا دیا کہ صداقت ہمیشہ باطل پر غالب ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آج صدیق جیسا بے مثل اور فاروق جیسا بے نظیر انسان مسلمانوں میں موجود نہیں مگر جب وہی پھول فانی تھا جس نے جہاں کو مہکا دیا تو پنکھڑیوں پر رونا فضول لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں مبارک ہستیاں فلسفۂ زندگی کا حل اور سچے مسلمانوں کی نشانی بنا گئیں اور دکھا گئیں کیا آنیوالی دنیا اس رات کی نظیر پیش کر سکتی ہے جب خلوص نے ہاتھ باندھ کر محبت کا جگمگاتا تاج غار ثور میں صدیق کے سر پر رکھا اور کیا پیدا ہونیوالے لوگ اس رونق کا دوسرا نمونہ دکھا دینگے جس کے نام سے ایک طرف تمام دنیا تھرا اٹھی اور دوسری طرف فقیروں کے ننگے و بھوکے بچے اس کے پیٹ پر کودتے۔ احسانات صدیقی اور فتوحات فاروقی تمہارے سر پر ہیں جس نے صدائے توحید سے تمہارا استقبال کیا مگر اس سے آگے بھی کچھ ہے جہاں کفر جہالت نے مطلع حیات تیرہ و تار رکھا ہے اس آبادی کا بھی تم پر کچھ حق ہے اور تمہارا کام ہے کہ تم ان کو بھی شمع اسلام دکھا کر منزل مقصود تک پہنچا دو۔ براعظم افریقہ کے قیامت خیز ریگستان میری آنکھ کے سامنے ہیں اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں جاتے ہوئے آدمی کا پتہ دہلتا ہے مگر تم ان لوگوں کی اولاد اور ان مسلمانوں کے بھائی ہو جنہوں نے ناپیدا کنار سمندر میں گھوڑے ڈال کر اسلام کا بول بالا کیا۔"

مسلمانوں کے دل تقریر سنتے ہی جوش سے ابل پڑے۔ بیس ہزار فوج اسی وقت تیار ہو گئی روضۂ اقدس کو بوسہ دیا اور حضرت عثمان کی دعائیں لیکر آگے بڑھے۔ مصر سے بیس ہزار فوج اور ساتھ ہو گئی اور یہ چالیس ہزار لشکر خدائے واحد کا نام لیتا ہوا روانہ

ہوا ریگستان افریقہ کا جلتا بھلستا ریت اور آگ میں تپتا بھوبل جو دو ہی قدم میں جی چھٹوا دے سامنے تھا مگر جانبازان اسلام کی ہمت میں فرق نہ آتا تھا دن رات ایک ایک کر کے بھوکے پیاسے لق و دق میدان اور ریت کے پہاڑ پھلانگتے طرابلس پہنچے عبداللہ بن سعید فوج کے سپہ سالار تھے کنارے سمندر پر ڈیرے ڈالکر جو تکبیر کی صدا بلند کی تو اہل شہر گھبرا کر باہر نکل آئے۔مقابلہ کیا تعداد میں کم تھے اور ہمتیں پست۔ وہیں ڈھیر ہوئے مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ شہر میں داخل ہوں مگر گریگوری (جرجیس) یہ خبر سنتے ہی آپے سے باہر ہوگیا۔ہرقل کو لکھا کہ "اگر شہزادی کی خواہش ہے تو آؤ اور مسلمانوں کو مار کر نکال دو" اور خود اپنا تمام لشکر لیکر باہر آیا۔لڑائی شروع ہوئی مسلمان شجاعت سے لڑے مگر جرجیس کا قدم پیچھے نہ ہٹا تین رات اور تین دن یہ معرکہ گرم رہا مگر عرب آگے بڑھتے تھے نہ جرجیس پیچھے ہٹتا تھا۔چوتھے روز آفتاب نے دوپہر کے وقت کرنوں کے خونخوار نیزے ایسے چبھوئے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ واپس ہوئے اب لڑائی صرف صبح سے دوپہر تک رہتی اور اس کے بعد دونو ہٹ جاتے اس طرح ایک ہفتہ سے زیادہ سلسلہ جاری رہا نہ یہ آگے بڑھتے نہ وہ پیچھے ہٹتے۔

جرجیس نے اس موقعہ پر تمام لشکر جمع کیا اور پکار کر بآواز بلند کہا "تم سب کو معلوم ہے کہ لیسیو اس وقت وہ حسین لڑکی ہے جس کا طلبگار ایک جہان ہے یہ وہ نعمت ہے جس کے آگے جنت گرد ہے یہ لڑکی اور دس ہزار اشرفیاں اُس شخص کی ملکیت ہیں جو عبداللہ کا سر کاٹ کر لائے۔ مجھے اپنے بہادر دوست ہرقل سے اُمید ہے کہ وہ اس کام کو ضرور انجام دیں گے اور اس طرح غصہ کی اس آگ کو جو ہمارے دلوں میں بھڑک رہی ہے بجھا کر اپنی آنکھوں کو اس دولت سے مالا مال کریں گے جو لیسیو کے حسن میں پوشیدہ ہے۔"

لیسیو کا حسن معمولی حسن نہ تھا دنیا کی آنکھیں اس پر لگی ہوئی تھیں خوبصورتی کے

علاوہ اس کی شجاعت کی بھی دھاک تھی جو باپ کے ساتھ میدانِ جنگ میں اس طرح فوج کے دِل بڑھاتی تھی کہ مسلمان باوجود انتہائی کوشش کے شہر میں داخل نہ ہو سکے۔

جرجیس کے اعلان نے ہرلی کے ساتھ تمام فوج کے دل میں اُمنگیں پیدا کر دیں اور ہر شخص اس فکر میں تھا کہ عبداللہ کا سر کاٹ کر لبیبو کا مالک بنے مسلمان اس موقع پر بہت پریشان ہوئے اور مجبوراً انھوں نے یہ انتظام کیا کہ عبداللہ ایک کونہ میں چھپکر بیٹھ جائیں، ہونے کو تو یہ ہوگیا مگر سپہ سالار کی غیر حاضری میں فوج کیا خاک لڑتی مسلمان گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے۔

جب ان واقعات کی خبر مدینہ منورہ پہنچی تو زبیر ابن عوام کا دل جس میں ہر وقت شجاعت کا دریا لہریں لیتا تھا اپنے بھائیوں کی حالت پر کٹ گیا تڑپ کر اٹھا اور کہا "اگر قیامت کے روز سرورِ عالم کو منہ دکھانا ہے تو ان مسلمانوں کی مدد کو چلو جو محض کلمۂ حق کی حمایت میں سمندر کے کنارے بھیڑوں کی طرح ذبح ہو رہے ہیں" زبیر کے جوش کا یہ حال تھا کہ اس کے وہ گھر گئے نہ کچھ انتظام کیا اتنا سنتے ہی طرابلس کا رُخ کر دیا بارہ آدمی اور ان کے ساتھ ہوئے اور اِس طرح یہ مسلمانوں کا چھوٹا سا قافلہ بھوک کا اندیشہ نہ تکان کا خدشہ، مسافت کا خیال نہ پیاس کا ملال گھوڑے اڑاتا میدان جنگ میں پہنچا،

آج یہ واقعات اچنبا اور معاملات حیرت معلوم ہوتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ تاریخ اسلام اس ہمّت و شجاعت اور جرأت و اخوت سے لبریز ہے اِن مسلمانوں کا بچّہ بچّہ "صبغۃ اللہ" میں شرابور تھا اور یہی تھا وہ رنگ جس کے طفیل وہ اپنے آقا اور ہادی برحق کا نام تمام دنیا میں روشن کر گئے، کجا مدینہ منوّرہ اور کہاں طرابلس مگر دل کی لگی نے کانٹے کو پھول اور منزل کو قدم بنا دیا، زبیر ابن عوام جس وقت لشکر میں پہنچے اور عبداللہ کو نہ دیکھا تو بے اختیار ہو کر پوچھا،

"تمہارا سپہ سالار کہاں ہے؟"

زبیر کی صورت دیکھتے ہی مسلمان جوش کے مارے اچھل پڑے اور جواب دیا

"اس خیمہ میں"

اب البتہ زبیر کو تاب نہ رہی اور کہا۔

"کیا مسلمانوں کے سردار کا کام خیمہ میں بیٹھنا ہے؟"

زبیر کا یہ نعرہ اس زور سے گونجا کہ لشکر میں سناٹا چھا گیا عبداللہ باہر نکلے اور مفصل کیفیت بیان کی زبیر مسکرائے اور کہا تم نے دشمن ہی پر اس افسوں کو کیوں نہ الٹ دیا کہدیا ہوتا کہ جو جرجیس کو قتل کرے گا اس کو شہزادی لبیسو اور دس ہزار اشرفیاں انعام دی جائیں گی بلکہ دس ہزار کی جگہ پچاس ہزار، عبداللہ خاموش تھے کہ زبیر نے کہا۔

"جو مسلمان جرجیس کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو شہزادی لبیسو اور پچاس ہزار اشرفی انعام ملے گا"

عبداللہ نے بحیثیت سپہ سالار اس معاہدہ کی تصدیق کی اور لڑائی شروع ہوئی ایک خونریز معرکہ دن بھر جاری رہا ادھر عبداللہ اور زبیر ادھر جرجیس ہرقل اور لبیسو اپنی فوجوں کا دل بڑھانے میں کسر نہ کر رہے تھے زبیر نے پہلے ہی سے یہ تدبیر کی تھی کہ نصف فوج علیحدہ کر کے ہدایت کر دی کہ جس وقت تکبیر کی آواز سنو فوراً نکل آنا۔ شام کے قریب جب میدان خوب گرم تھا اور فریقین کا ایک قدم نہ ہٹتا تھا زبیر نے تکبیر بلند کی اور مسلمانوں کی بقیہ فوج کلمۂ حق کے نعرہ لگاتی ہوئی باہر آئی۔ تدبیر کا یہ آخری حملہ بہت سخت تھا ہر چند جرجیس ہرقل اور لبیسو نے دل بڑھائے مگر فوج نہ ٹھہری اور زبیر نے اندر گھس ایک ایسا ہاتھ دیا کہ جرجیس کی گردن الگ جا پڑی۔ ہرقل اور لبیسو دونوں زندہ گرفتار ہوئے اور مسلمانوں نے اس

فتح پر خدا کا شکر ادا کیا، مغرب کی نماز سے فراغت پا کر مسلمان خوشیاں منا رہے تھے کہ ایک ایک شخص نے عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمۂ توحید پڑھا اور کہا۔

بھائیوں جو مظالم اِس سرزمین پر ٹوٹے ہیں اُن کے خیال سے کلیجہ منہ کو آتا ہے میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا، میرے دل پر جو کچھ گزری میرے سامنے جو کچھ بیتی میں اُس کو بیان نہیں کر سکتا، میرے کلیجے کا ٹکڑا میرے آنکھوں کا نور میری پیاری بچی اِن ظالموں کے ہاتھ بیگناہ آگ میں جلا دی گئی میں دیکھنے آیا ہوں کہ وقت آج ہزلی کے مظالم کا کیا جواب دیتا ہے۔"

"ہزلی نے نخوت سے بڈھے کی طرف دیکھا اور کہا میں تیری طرح کمینہ نہیں ہوں میں نے جو کچھ کیا خوب کیا اگر گرفتار نہ ہوتا تو بتاتا کہ میں کیا ہوں میں نے مسلمانوں کے دو سردار قتل کئے اور خوش ہوں"

عبداللہ۔ کیا تم اب اسلام قبول کرتے ہو

ہزلی۔ ایک شرط پر اگر لیبیو مجھے دیدی جائے۔

لیبیو۔ اگر مسلمانوں کا فیصلہ یہ ہو کہ میں اس نمک حرام ہزلی کی ملکیت ہوں تو سب سے پہلے میں قتل کی متمنی ہوں۔

ہزلی۔ میں مسلمان اور لیبیو دونوں سے نفرت کرتا ہوں۔

جب بڈھے نے ہزلی کی داستان مظالم بیان کی تو عبداللہ نصر اٹھا اور اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس وقت بڈھے نے صرف اتنا کہا،

"اپنے ستم یاد کر اور آج ان کا انجام دیکھ۔

(۱۳)

مبارک تھی وہ قوم جس کو دنیا میں زندہ رہنے کا حق حاصل تھا اور دیکھنے دکھانے کے لایق تھیں وہ مقدس ہستیاں جنھوں نے فقیری میں شاہی پر لات مار دی

تہمت باندھنے والوں نے تاج شاہی اور پیوند لگانے والوں نے خلعت خسرانہ ٹھکرادئے اور دنیا کو دکھادیا کہ بدن پر کمبل اوڑھنے والا پیٹ سے پتھر باندھنے والا دولت پر لعنت بھیجنے والا محبت کی بہترین تصویر انسانیت کا بے مثل نمونہ اور صداقت کا مکمل پتلا تھا وہ جوش جس نے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں مروڑ اور وہ استقلال جس نے سینکڑوں برس کی سلطنتوں کی بنیادیں ہلادیں وہ خلوص جس نے جو کی روٹی اور تخت شاہی کو یکساں بنادیا۔ آج سرزمین طرابلس پر نظر آرہا ہے اور ہادی برحق کا ادنیٰ خادم اپنے مالک اور آقا کی تلقین کا وہ نمونہ دکھاتا ہے کہ زمین اور آسمان دونوں تھرا اٹھتے ہیں۔

صبح کا سہانا وقت ہے شہزادی لیسیو کا چہرہ قمر چہاردہم کی طرح لشکر اسلام میں جگمگا رہا ہے، عبداللہ بن سعید اور زبیر ابن عوام خاموش کھڑے ہیں عبداللہ نے زبیر کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا،

"معاہدہ کی پابندی مسلمانوں کا فرض اولین ہے مال غنیمت میں سے پچاس ہزار اشرفیاں اور شہزادی لیسیو آپ کا حق ہے کیونکہ جرجیس کا سر آپ نے تن سے جدا کیا"

دشمن کے گرفتار قیدی مسلمانوں کا سپہ سالار اور مسلمان سب خاموش تھے کہ زبیر ابن عوام کے یہ الفاظ ہوا نے اپنی گود میں لیے۔

"میرا حملہ منافع دنیوی کی غرض سے نہ تھا یہ اشرفیاں مسلمانوں کو مبارک ہیں میں نے جس کے واسطے حملہ کیا تھا وہ بہتر معاوضہ دینے والا ہے وہی مجھکو اجر دیگا،

"لیسیو جس کو پسند کرے اس کو دیدیجئے میں اپنی محنت کا بدلہ اس سے لوں گا۔ جو طیبہ کی خاک میں آرام کر رہا ہے اور جس نے بچپن میں دشمنوں سے امین کا خطاب حاصل کیا تھا"

۳۲۲۰

ختم شد

(کتبہ۔ عبدالمقتدر جلیسری)

فخر نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنّت مکانی کی یادگار میں

جوہر نسواں دہلی

زنانہ دستکاری کا ماہوار رسالہ ستمبر ۱۹۳۲ء سے شائع ہو رہا ہے

دفتر عصمت دہلی کے اس نئے ماہوار رسالہ میں کشیدہ۔ کروشیا۔ جالی۔ تارکشی۔ کارپٹ۔ کینوس۔ کراس اسٹیچ۔ سلمہ ستارہ۔ ربن پٹی۔ کٹاؤ اور کپڑوں کی سلائی کٹائی وغیرہ وغیرہ مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کے عمدہ عمدہ نمونے اور مفصل ترکیبیں اور کارآمد ہدایتیں شائع ہوتی ہیں جوہر نسواں کے مضامین پھوہڑ لڑکیوں کو بھی سگھڑ اور ہنرمند بنا دینگے۔ سینکڑوں خواتین نے اس رسالہ کی تعریف میں خطوط لکھ کر شکریہ ادا کیا ہے۔ اور اخبارات و رسائل نے شاندار ریویو کئے ہیں۔ ہندوستان بھر میں اس طرز کا زنانہ پرچہ آج تک نہیں نکلا۔ جوہر نسواں کی قلمی معاونین ہندوستان کی مشہور خواتین ہیں۔

اڈیٹرز (۱) محترمہ خدیجہ بائی۔ مؤلفہ سلمہ ستارہ کا کام (۲) محترمہ غدیر فاطمہ۔ مؤلفہ گلدستہ کشیدہ۔ (۳) محترمہ آمنہ نازلی۔ مؤلفہ موتیوں کا کام۔

ٹائیٹل نہایت خوبصورت کاغذ سفید چکنا دبیز۔ لکھائی چھپائی۔ مصوری اعلیٰ درجہ کی۔

سالانہ چندہ۔ مع محصول دو روپے آٹھ آنے بذریعہ منی آڈر صرف عہ

منیجر جوہر نسواں دفتر عصمت دہلی

دفتر عصمت دہلی کی سنہ ۳۳ و ۳۴ء کی مطبوعات

سنگھار خانہ	عہ	دامن باغباں	عمر	زنانہ بستہ	عمر	شہید وفا	عمر
سوئی کا کام	عہ	آئینہ جمال	۱۲ر	جاں باز	۱۲ر	خانہ داری کے تجربے	۱۲ر
سلمہ ستارہ کا کام	عہ	فرید ار کہانیاں	۵ر	افسانہ حرم	۸ر	مفید نسواں	ہر
روحانی شادی	۶ر	جاپانی کہانیاں		پردہ تعلیم	۱۲ر	نغمات موت	۶ر

مصنوعات حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف
لڑکیوں اور عورتوں کے لیے بے مثل کتابیں

آمنہ کا لال	۸؍	قلب حزیں	۸؍
سیدہ کا لال	۱؍	گلدستۂ عید	۸؍
الزہرا	۱۲؍	رودادِ قفس	۱۲؍
امت کی مائیں	۱۲؍	گرفتارِ قفس	۲؍
وداعِ خاتون	۸؍	تفسیر عصمت	۵؍
صبح زندگی	۱؍	انگوٹھی کا راز	۸؍
شام زندگی	۸؍	منازل رزق	۱۲؍
شب زندگی	۱؍	جوہر عصمت	۱؍
نوحۂ زندگی	۱۲؍	سیلاب اشک	۱؍
نوائے زندگی	۸؍	طوفان اشک	۱؍
حیات صالحہ	۱؍	نانی عشو	۱۰؍
طوفان حیات	۸؍	ولایتی تتلی	۸؍
نوحۂ قیامت	۱؍	منازل السائرہ	۶؍
تمغۂ شیطانی	۱۲؍	بنت الوقت	۸؍
موعودہ	۸؍	ایمن کا دم واپسیں	۲؍
[illegible]	۸؍	بیچو کا کرتہ	۲؍
[illegible] شہزادیاں	۱۲؍	دنیا کی سرگزشت	۲؍
وداعِ ظفر	۱؍	فسانۂ سعید مع سراب مغرب	۸؍

اسلامی تاریخ ناول کی طرز پر

عروس کربلا	۱؍	تیغ کمال	۱؍
[illegible]	۱۲؍	اندلس کی شہزادی	۸؍
یاسمین شام	۱؍	[illegible]	۵؍
شہنشاہ کا فیصلہ	۱۲؍	شہید مغرب	۱؍
[illegible]	۵؍	[illegible]	۸؍
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

شریف بیگمات کے لیے اعلیٰ درجہ کی کتابیں
کھانے پکانے کی کتابیں

جن کی تیاری میں ہندوستان کے چوٹی کی ۵۰ معزز خواتین نے حصہ لیا ہے جن کی تمام ترکیبیں تجربہ کرلی گئی ہیں اور جن سے زیادہ مستند اور صحیح مفصل و مکمل کوئی کتاب آج تک ہندوستان میں نہیں چھپی۔

عصمتی دسترخوان	۶؍	مشرقی و مغربی کھانے	۶؍	بچوں کے کھانے	۸؍
بیماروں کے کھانے	۱۰؍	عصمتی چٹکلے	۲؍	[illegible]	۱۰؍

دستکاری کی کتابیں

جو اپنے موضوع پر نہایت مفید اور کارآمد اور مستند تسلیم کی گئی ہیں

عصمتی کروشیا	۱؍	عصمتی کشیدہ	۱؍	گلدستۂ کشیدہ	۱؍
موتیوں کا کام	۸؍	سلمے ستارے کا کام		خاتونوں کی دستکاریاں	

تصانیف فخر نسوان ہند محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

جو نادر لٹریچر کی چوٹی کی کتابیں ہیں ان پر ملک کے مشہور اہل قلم نے نہایت شاندار ریویو لکھے ہیں جن سے بہتر کوئی تعارف کتب خاتون کا نہیں کیا جا سکتا۔ آرٹ کاغذ پر چھپی ہیں۔

جمال ہمنشیں ۸؍	گلستان خاتون ۱؍	[illegible] ۸؍	[illegible]

معزز خواتین کے لکھے ہوئے

دلچسپ اور سبق آموز اصلاحی و معاشرتی ناول افسانے وغیرہ جن میں لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت عجیب باتیں بتائی گئی ہیں

[illegible]	۱؍	دولت پر قربانیاں	۸؍	[illegible] کی باتیں	۸؍
[illegible]	۱؍	خواتین اندلس	۸؍	[illegible]	۸؍
[illegible]	۱۰؍	[illegible]	۸؍	[illegible]	۱۰؍
[illegible]	۱۰؍	[illegible]	۸؍	[illegible]	۸؍
[illegible]	۸؍	[illegible]	۱۲؍	[illegible]	۵؍
[illegible]	۸؍	[illegible] باتیں	۸؍	[illegible]	۱؍

[illegible]